START 6/8/87

AS01

(۱)

مسائلِ تقلید، مسائلِ اجتہاد

آج کا یہ درس جو ترتیب کے اعتبار سے ۱۵۳ ہے وہ درس ہے کہ جسے
اس سلسلے کا نیا حصہ شروع سے آغاز ہو رہا ہے البتہ اس نئے سلسلے کے
آغاز کے ساتھ ہی ایسے حضرات کو دو قربانیاں دینا پڑیں گی۔ پہلی
قربانی تو یہ کہ چونکہ اس زمانے سے جب پہلی مرتبہ درس کو شروع
کیا گیا تھا ۱۹۷۶ء میں آج کے زمانہ میں کافی فرق آچکا ہے اور بہت
سے سارے ایسے مقامات ہیں جہاں علم فقہ کو سیکھنے اور سمجھنے کی خواہش
پیدا ہوئی ہے۔ لیکن ان لوگوں کی ~~معما~~ معلومات فقہ کے بارے میں
بالکل ابتدائی ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے اور چنانچہ ایسی سہولتیں آجکل
ہمارے ساتھیوں نے مہیا کر دی ہے کہ اب یہاں کی گفتگو صرف یہاں
کی حد تک محدود نہیں رہتی۔ اس وجہ سے جب مسائل بیان کئے
جائیں گے تو کچھ ایسی بہت سی باتیں ابتدائی باتیں بالکل شروع کے
مرحلہ کی باتیں ہوں گی کہ جسے سننے کے بعد ایک ہلکاہٹ کا احساس
ہونے لگے گا لیکن جیسے ~~جیسا~~ جیسا کہ میں نے کہا ان لوگوں کو ذہن میں
رکھتے ہوئے گفتگو کرنا پڑے گی کہ جنہیں اگرچہ مسائل موجود ہیں
ہے لیکن اگر تو بتائے جائیں تو انکے لئے پورے ~~صفحے~~ مسئلہ کو سمجھنا ہی
مشکل ہو جائے گا تو تقریر کے دوران جہاں پر اس قسم کی چیزیں آئے تو
میں ایسی چیزوں پر پیدا ہونے والی اکتاہٹ کو دیکھ لیا کرتا ہوں
لیکن اس کے باوجود اس قربانی کو دینا چاہئے ان لوگوں کے لئے کہ جن کے
لئے ان مسائل کا بیان کرنا ضروری ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب
پہلی مرتبہ اس سلسلے کا آغاز کیا گیا تو اس وقت جو باتیں ہوئی تھیں اب
اتنی ہی بے فائدہ ہو جائیں گی اسی لئے کہ خاص طور پر سوال سے للّٰہ
رسالہ اول تک کے ہمیں وہ ہے کہ جس میں نہ [illegible] ملتا ہے
تو یہ ہوتا ہے کہ اپنا [illegible] ہم لیا ہے کہ اگرچہ اس پر ہو کر ان کے
توضیحات میں یہ چیز آ شامل ہے کہ بعض مسائل ہو جاتے بھی

وقفہ نہیں ہوا ہے لیکن اب جو مسلسل وقفہ آگئے اتفاق سے جب جو یہ
درس شروع ہورہا دوبارہ اس کے فوراً بعد ہی جو مہینہ قریب ہے
اس کے بعد ایام عزائے حسین قریب ہے تو ان وقفوں کی برداشت
کرنے کے لئے جو آپ کو قربانی دینا پڑے گی بس یہ دو قربانیاں
ہے کہ جس کو اگر آپ دے تو اس سلسلے کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے ورنہ
کوئی اسلوب نہیں کہ یہ دوبارہ تو سلسلہ شروع ہوا لیکن اس کی
کیفیت وہ ہی ہو جیسے آپ نے دیکھا ہوگا کسی مریض کے دل میں نیا دل
لگا لیں تو بیچارہ ۱۵ دن یا ایک ہفتے بعد ہی چل بسا ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی
یہ ہی کیفیت ہو کہ سلسلہ تو دوبارہ شروع ہوا مگر یہ درس کی زندگی
اس کو راس نہ آئے لیکن اگر یہ دو قربانیاں آپ نے دی تو اس کے
بعد پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے اندر کسی قسم کا وقفہ ہو
اور کسی چیز کا تذکرہ کریں کہ وہ اگرچہ قربانی تو ہے
لیکن آنے والے محرم کے لئے کہنا آسان ہوگا کہ اس میں شرکت کی
جائے پابندی کی جائے کہ اب موجودہ حالت اور ماحول میں درسوں کا سلسلہ
بہت بڑھ گیا ہے اور بحمداللہ وہ مقصود جو ۷۶ء میں تھا اس کو تکمیل حاصل
ہوگئی ہے کہ جو دیگر موضوعات تفسیری، تاریخی، اخلاقیات ہے یا اوقات
کھاتوں کی گفتگو ہے یہ آپ کو اکثر و بیشتر مجالسوں میں سننے مل جاتی ہے.
~~جب درس شروع ہورہا تھا اس وقت کا ماحول ستاسو اسانہ لوگوں~~
کے اپنے ذہن سے اکثر کے ذہنوں میں نہ ہو لیکن جب درس شروع کیا جا رہا
تھا اس وقت مسئلہ تھا کہ دو تین باتیں لوگوں کو بتانا ہے اب
بحمداللہ ایک مسئلہ تو آپ کے لئے آسان ہے کہ ہر جگہ جہاں آپ جائینگے
عام طور پر تفسیر کا موضوع یہ ہی ہوا کرتا ہے تو آپ ہماری
اسی گفتگو میں زیادہ دن تو جو وہ فقہی مسائل پر ہوگا وہ جو پہلے
آدھا گھنٹہ فقہ کو اور آدھا گھنٹہ دیگر چیزوں کو دیا جاتا تھا اب چونکہ

اس کی ضرورت اس لئے پڑی کہ دیگر مضامین کو آپ اتنا سن چکے
ہے دوسرے مقامات پر کہ یہاں پر اگر نہ بھی سنیں تو فرق نہیں پڑے
گا لیکن فقہ کے مسائل وہ ہیں کہ جو ~~ہم~~ دوسرے مقامات پر سننے میں بالکل
ہی نہیں آتے جو جب آتے ہیں تو نہ مکمل کیوں کہ فقہ ایک ایسی چیز
نہیں ہے کہ آدھے گھنٹے کی مجلس میں کیوں اسے بیان کرتے چلا جائے
تو اس درس کی جو خصوصیت ہوگی وہ یہ کہ فقہی مسائل کو
زیادہ وقت دیا جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ کبھی مہینے کے ۸ درسوں
میں سے پورے پورے ۲ درس فقہ کے مسائل پر ہو جائیں اور باقی کے
۲ درسوں میں بھی ½ گھنٹہ فقہ آ جائے ہم نے اس لئے عرض کیا کہ جو
حضرات آپ شریک ہو رہے ہو وہ ذہن میں یہ چیز رکھتے ہوئے شریک
ہوں کہ ~~بالکل~~ فی الوقت جو مسائل فقہ میں ایک قسم پیدا ہوگئی ہے اس کو
دور کرنے کے لئے بھی اس درس سے کام لیا جائے گا اور یہ تو میں ایک
مبتدی چونکہ ہوں تو آپ بیک وقت دو چیزوں کو حل کر رہا ہے ایک
تو بالکل ابتدائی مسائل بیان کرنا ہے اور ایک یہ کہ اس مقام سے آگے بڑھنا
ہے جہاں تک توضیح المسائل میں مسائل بیان کیے جاتے ہیں تو نتیجہ میں یہ
گفتگو بہت ~~لمبا~~ طولانی ہے ~~[illegible]~~ جائے گی اگر مسائل فقہ کو زیادہ وقت
نہیں دیا گیا تو جب توضیح ۸ سال میں ختم ہوئی تو اسکو تو ۸۰ سال میں بھی ختم ہوگی
اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وقت زیادہ دیا جائے مسائل فقہ کو۔ بس یہ
چند ابتدائی باتیں ایسی جن میں یار ہے تو اس درس کو جو نئے سرے سے
آغاز ہو رہا ہے اس میں سب کے لئے آسانی ہوگی گفتگو کرنا
قرآن کریم کی جس آیت سے گفتگو کا آغاز کیا گیا تھا اس میں
پروردگار ایک سوال کر رہا اور یہاں تعجب تو انسان کو اس وقت
ہوتا ہے کہ جب اس آیت کو پڑھا جاتا ہے کہ کیا خدا کو بھی سوال
کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ پروردگار عالم جو ہر چیز کو

جانتا ہے علیم بھی ہے حلیم بھی ہے قادر مطلق بھی ہے کیا اسے بھی
ضرورت پیش آسکتی ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے پھر آخر وہ
سوال کیوں کر رہا ہے۔ آیت کو پڑھ کر سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ
سوال ہمارا اور آپ کا سوال نہیں ہے کہ جس میں آدمی کو کچھ
معلوم نہیں اور وہ جاننے کے لئے سوال کیا جاتا ہے بلکہ یہ سوال
وہ ہے کہ جملے جس میں ہماری توجہ کسی طرف کرنا ہے کہ
جب پوچھا گیا کہ "افحسبتم" اے انسانوں کیا تم نے یہ غلط خیال
کر لیا ہے کہ ہم نے تمہیں ~~ایسا~~ بیکار پیدا کیا ہے بیکار پیدا کیا؟ کیا ہم
نے تم کو یونہی فضول پیدا کیا؟ کیا تم یہ خیال کرتے ہو؟ یہ سوال کیا۔ سوال کا
مقصد کیا ہوا؟ کہ انسان ایک مرتبہ سوچے۔ ایک مرتبہ غور کرے۔ میرا
پروردگار مجھ سے ایک سوال کر رہا ہے اور اب اس کے جواب پر غور کرے
اور پھر جس طرح سے ہر اچھا سوال کرنے والا جب سوال کرتا ہے
تو ساتھ میں سمجھاتا بھی ہے دیتا ہے کچھ علامت اور نشانی بھی دیتا
ہے جواب کے لئے کوئی ہدایت بھی دیتا ہے تو آگے فورا" ہدایت آگئی
دیکھو اس سوال کے جواب پر غور کرو تو مگر وہ ٹھوکر نہ کھا جانا
جو ان لوگوں نے کھائی جنہوں نے خدا کو نکال کر اس سوال پر غور
کیا اور یہ سوچا کہ ہم کوئی پیدا ہوئے بلکہ تو پیدا نہیں ہوئے
انسانیت کے لئے پیدا ہوئے ہیں یہ ~~کہنا~~ ایک ایسا دلچسپ اور دل فریب
نعرہ ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ ہم انسانیت کی خدمت کے
لئے پیدا ہوئے ہیں جو کچھ ان کے تحریک انسانیت کی خدمت کی سب
کچھ ہے مگر وہ انسانیت کی خدمت کہ جس کے نتیجہ میں انسانیت
کی خرابیاں بھی ہمارے سامنے آرہی ہے تو پھر فورا" انسان کیا
سوال کو الینا لا ترجعون یہ ذہن میں رکھو کہ ہم کو پلٹ کر ہمارے
پاس آنا ہے اب تو اس سوال پر جو غور کرو یہ سمجھ کہ

غور کرنا کہ ایک دن تمہیں پلٹ کر ہمارے پاس آنا ہے تمہاری پیدائش
کا کوئی ایسا مقصد ہے کہ جس کا تعلق ہمارے پاس آنے سے ہے یہ
سوال جو کھڑا کیا گیا انسان کو غور کرنے پر شروع کر دے۔ غور کرتے
کرتے اگر اس کی عقل عاجز آ جائے اور اس کا ذہن جواب دے جائے
اس کی سمجھ میں صحیح جواب نہ آ رہا ہو تو اب وہ متوجہ ہو جائے
اس خدا کی جانب کہ خداوندا تو نے ہی سوال کیا ہے ہم اس کا
جواب نہیں سمجھ سکے ہیں تو ہی اس کا جواب دے دے تو آگے چل کر جس کی
عبادت کے لیے قرآن نے جواب دیا۔ اور وہ جواب یہی دیا کہ "وما
خلقت الجن والانس الا لیعبدون" کہ ہم نے جنوں اور انسانوں
کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ عبادت کے لئے
نہیں اپنی عبادت کے لئے کہ وہ میری عبادت کرے اور جب یہ کہہ
دیا کہ میری عبادت کرے تو اس کے فوراً بعد قرآن نے یہ بھی
بتا دیا کہ "ولکل جعلنا منسکا ھم ناسکوہ" یہ بات
یاد رکھو کہ ہر ایک کے لئے عبادت کا طریقہ ہم ہی نے بنایا
ہے اپنی عبادت سمجھاتے ہے اور اپنے ہی بنائے ہوئے طریقہ سے چاہتے
ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم ہماری عبادت کرو مگر اپنی مرضی سے کرو
اپنی خواہش سے کرو ہماری عبادت میں بھی اپنی عقل کو گھسیڑ دو
نہیں عبادت ہم چاہتے ہے اور مناسکھم ناسکوہ" ولکل جعلنا ---- منسکا
اور ہم نے ہر انسان کے لئے عبادت کا ایک طریقہ بنایا ہے ایک شریعت
بنائی ایک راستہ بنایا ہے تو عبادت کی تلاش کی اور اس کے بعد
یہ اعلان کہ کہ عبادت کو تلاش کیا کہ ہمارے بتائے ہوئے طریقہ سے
عبادت کرنا طریقہ ہم نے خود بتایا اور بنایا ہے اور اسی طریقہ کو
بتانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا اور بارہ امام کو
دنیا میں بھیجا گیا اور ان سب کے آنے کا مقصد فقط یہ تھا

کہ خدا کی معرفت کرائی جائے اور خدا کے بتائے ہوئے طریقہ سے
خدا کی عبادت سے پروائی جائے جو مقصد تھا نبوت اور امامت
کا البتہ امامت کا ایک فریضہ اور تھا جس پر گفتگو نہیں اور وقت ہی نہیں۔
لہٰذا آپ غور سے کیا چاہتی ہے نماز نہیں چاہتی، روزہ نہیں چاہتی، عبادت
نہیں چاہتی اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نماز اس کے بتائے ہوئے
طریقہ کے مطابق روزہ اس کے بتائے ہوئے طریقہ سے عبادت
اور خدا کے اسی بتائے ہوئے طریقہ کا نام ہے شریعت تو جو بار بار آپ
نے سونا ہے شریعت. شریعت کے لفظی معنی کیا ہیں. شریعت
شرع سے نکلا ہے اور شرع کا لفظ ہمارے اردو میں بھی بہت استعمال
ہوتا ہے شارع عام الشارع، شارع قمل عام. شارع کے معنی
راستہ تو شریعت کے معنی وہ راستہ جو بندے کو خدا سے ملایا
کرتا ہے اور اسی راستہ پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی
راستہ کی پابندی کی خواہش کی خدا نے ہر انسان سے. اسی کو
ہمارے دین میں ایک اور لفظ سے یاد کیا جاتا ہے یعنی فقہ۔ فقہ کے
ویسے تو معنی ہے سمجھنا لیکن دینی اصطلاح میں دین کے فقہ کے معنی
ہے شریعت کو سمجھنا۔ حکم خدا کو سمجھنا اور دین کو سمجھنا۔ تو
شریعت اور فقہ۔ شریعت کے معنی راستہ فقہ کے معنی دین کو سمجھنا
یہ تو دو چیزیں ہے کہ جو ہمارا موضوع بنے گا اور اس کے مسائل
آپ کے سامنے پیش کئے جائیں گے وہ راستہ کیا ہے جو خدا نے بتایا؟
دین کو وہ سمجھ لیا ہے جو ہمیں حاصل کرنا ہے؟ اس کا نام ہے فقہ
اس کا نام ہے شریعت۔ اب جیسے کہ میں نے ابھی بیان کیا بار بار
یہی کہا گیا کہ ہمیں عبادت بس چاہئے وہ عبادت چاہئے جو ہمارے
بتائے ہوئے طریقہ سے ہے۔ اور یہی وہ خواہش ہے کہ جو آپ نے سونا
ہوگا کہ معصوم نے بار بار یہ خواہش ظاہر کی کہ ہمیں یہ

چھپتا ہو کہ میرے ماننے والوں کو کوئی اس بارے جائے فقہ اس لیے
آپ "لیے تفقہ ہو" وہ فقہ حاصل کرے وہ علم فقہ حاصل کرے اور اتنا
اہم ہے علم فقہ کا خیال رکھنا۔ اتنا اہم ہے شریعت کا خیال رکھنا کہ
کرنا زور سے نازک وقت معظم پر قرآنہ ~~عمرانیا~~ عبارت پیدا کی کہ تم حرام شریعت
کے کسی حکم کے خلاف ورزی کرو۔ بہت ہی مشہور واقعہ ہے جنگ صفین
اسلامی جنگوں میں ایک انتہائی اہم اور نمایاں جنگ ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جو 17
مہینے تک جاری رہی تھی اور 17 مہینے پھر جب اس جنگ کا اختتام ہونے
آیا تھا کہ اس وقت اختتام ہونے کو آیا کہ جب مولا علی نے
یہ حکم جاری کر دیا کہ 17 مہینے تک تم نے جس طرح جنگ لڑی ہے اب
اس طرح نہیں لڑو اب جنگ کا طریقہ بدل دو اس لیے کہ 17 مہینے
کے ~~[illegible]~~ جنگ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح سے شام تک جنگ ہوتی تھی اور شام
کو فوجیں اپنے اپنے خیموں میں واپس پہنچ جاتی تھیں آخر میں مولا کا حکم آ گیا
کہ اب اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں رکھی جائے گی جب تک کہ جنگ
کا کوئی فیصلہ نہ ہو جائے چنانچہ دس دن تک متواتر جنگ ہوئی تھی یعنی صبح
سے شروع ہوئی تمام دن تمام رات دس دن مسلسل لڑائی ہوتی رہی
تھی اور جو دسویں رات آئی تھی اس کا نام تھا لیلۃ الہریر یہ انتہائی اہم رات
تھی میدان صفین کے اوپر اس جنگ کا فیصلہ اسی اگلی صبح کو ہو گیا تھا کہ
جب اس رات کے اختتام پر مالک اشتر عالم شام کے خیمہ پھر تک پہنچ گئے تھے
اور اس وقت قرآن نیزوں پر بلند کئے گئے تھے کہ روایت میں ہے کہ
17 مہینہ کی جنگ ویسے اور پھر یہ دس دن مسلسل جنگ ہوئی ہے دسویں
رات ہے جنگ اپنے عروج پر پہنچی ہوئی ہے مولائے کائنات انتہائی شوق
کے ساتھ تلوار چلا رہے تھے مقابل تک کے پیاس شدید ہوگی مولا واپس پلٹ کر
آتے ہیں اور ان لوگوں میں جب جنگ ہوتی ہے کہ کچھ غلاموں کا کام یہ
ہی ہوتا ہے کہ پانی کی مشک اور پانی کا پیالہ لیکر میدان جنگ میں

گھومتے ہیں اور اپنے سپاہیوں کو پانی پلاتے رہتے ہیں ایک غلام کو اشارے
سے بلایا کہ جسکا کام تھا پانی پہلانا اور صفائی کرنا اور اس سے پانی
طلب کیا تاریخوں میں لکھا ہے کہ پیاس انتہائی شدید ہے اس وقت
جس وقت پیاس کی یہ شدت تھی میرے مولا نے پانی طلب طلب کیا ہے
غلام نے کوزہ میں پانی پیش کیا کوزہ مولا خیانت کے حوالہ کیا تاریخوں میں یہ
ہے کہ روایت ہے لیکن مولا کی نگاہ کوزہ پر پڑی دیکھا کہ یہ کوزہ ٹوٹا ہوا ہے
کہ جسکا کنارا ٹوٹا ہوا ہے اور ٹوٹے ہوئے کنارے والے کوزہ میں پانی کا پینا مکروہ
قرار دیا گیا ہے مولا خیانت نے واپس کر دیا پانی کہا کہ مجھے اس کوزہ میں
پانی نہیں پینا ہے اب وہاں پر کوئی محول نہیں ہوتا کہ یہ برتن نہیں تو دوسرا
اٹھا لے وہاں تو موقع معلوم نہیں خیمہ سے کتنی آگے نکل گئے ہیں سپاہی کے
ہاتھ میں ایک ہی کوزہ ہوتا ہے اس کے علاوہ کوئی سامان نہیں ~~ا~~ تو
در حقیقت پانی پینے سے انکار کا مقصد کیا ہے کہ آپ دوبارہ پانی نہیں
ملے گا مولا نے انکار کر دیا تو غلام نے حیران ہو کر سبب پوچھا تو بتایا
کہ اس کوزہ کا کنارا ٹوٹا ہوا ہے اور اس ٹوٹے ہوئے کنارے والے کوزہ سے
پانی پینا مکروہ ہے ایسے مقام پر جب لوگ حلال و حرام کا خیال نہیں ~~رکھتے~~
رکھ پاتے ہیں اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہو جنگ کی عروج پر ہو جذبات اپنی
شدت کے اوپر ہو اس وقت حرام و حلال کا خیال کرنا مشکل ہو جاتا ہے
کوزہ یہ کہ کوئی مکروہ کا خیال کرے حیران ہو کر غلام کہتا ہے یا امیرالمومنین یہ
تو مکروہ ہے ایسے وقت میں آپ اسکا خیال کر رہے ہیں کیا ایسی شریعت
کہ اور ایسی دین کو جس میں حلال و حرام بھی ہے واجب و مکروہ و
مستحب بھی ہے اسی دین کو بچانے کے لئے تو ہم میدان میں آئے ہوئے ہیں
یہ اہم ترین واقعہ بتا رہا ہے کہ شریعت کے احکام کی پابندی
کتنی شدید ہے خدا کی جانب سے اور مومن کی ذمہ داری کتنی بڑی
ہے میں نے اس واقعہ کا حوالہ نہیں دیا اس لئے کہ وہاں تو بات

حرام کی تھی کہ جب جناب مسلم بن عقیل نے پیاس کی شدت میں آئے ہوئے
پانی کو اس لئے واپس کر دیا ہے کہ بار بار منہ سے نکلنے والا خون پانی کو میں
شامل ہو کر پانی کو رنگین بھی کر رہا ہے اور نجس بھی کر رہا تھا وہ حرام کی
بات تھی لیکن یہاں پہ مسئلہ یہ ہی تھا کہ پیاس کی شدت ہے اور انکار ہے
کہ نجس پانی نہیں پینا ہے یہاں اگر مکروہ کی بات ہے لیکن شریعت کی
اتنی اہمیت ہے کہ انکار کیا جا رہا ہے یہاں ایسی وقت میں میدان
جنگ میں پیاس کی شدت میں بھی دین کی فقہ کی اور شریعت
کی مطابقت کرنے پر شعار اور اسوہ کہیں ہے یہ اہمیت اسی طرح بیت کی
تھی کہ مولا کے ماننے والے فقہ کی اہمیت کو سمجھیں کہ احکام مسائل کی
اہمیت کو سمجھیں یہ خیال کریں کہ زندگی کے کسی ایک ایک مقام پر
آرام اور امتحان کی حالت میں بھی اور جوش اور جذبات کی کیفیت
میں بھی فقہ کا خیال کرنا ہے اور یہ ہی فقہ ہے جبکہ معصومین نے ہم تک
پہنچایا ہے میں اس وقت وہ تعداد اور شمار پیش کرنے لگوں تو
آپ کے لئے انکشافات بڑھ جائیں گے وہ آپ کو کتاب احادیث میں نظر
آئیں گی کتنی حدیثیں اسلام کی ہے اور اس میں سے فقط فقہی مسائل میں
کتنی زیادہ حدیثیں ہے - ۷۰ یا ۸۰ فیصد تھی ہوئی ہمارا ذخیرہ فقہ کی
حدیثوں کے بارے میں ہے یہ تعداد کیوں ہے اتنی ساری حدیثیں فقط
اس لئے کہ معصوم کی اسوہ کا مقصود کیا تھا دین پر عمل کروانا شریعت
پر عمل کروانا فقہ پر عمل کروانا اور وہی فقہ جس پر عمل کروانا ہے
چودہ معصوم آج لوگ اس کو سننے سے گھبرانے لگیں ہے لیکن اس
درس کا مقصد فقط اس فقہ کو آپ تک پہنچانا ہے کو آج آغاز کرتے
ہے مسائل فقہ کا اور جیسے جیسا کہ میں نے یہ کہا کہ آج سے کہ
درس کے موضوع یہ تو ایک ابتدائی گفتگو فقط مسائل فقہ کی اہمیت
متوجہ کرنے کے لئے تھی لیکن آج کے درس کی موضوع ہماری

گفتگو فقط مسائل فقہ کے بارے میں ہوگی البتہ کچھ ایسا ہوا ابتدائی
مسائل پہ گفتگو کا آغاز ہوگا جس کا کہ جواب میں سے اکثر کو با خوبی
معلوم ہے لیکن ابتدائی مسائل ہیں ان کو بیان کیے بغیر آگے بڑھنا
مناسب نہیں اس لیے ان مسائل کو بیان کیا جائے گا۔

تو سب سے پہلی چیز خود فقہ کا لفظ ہے جو میں نے بتایا
کہ اس کے معنی ہے دین کے احکام کی سمجھ کو حاصل کرنا قرآن و حدیث
کے احکامات کی سمجھ کو حاصل کرنا اس کی تفہیم کرنا اس کو سمجھنا کہ
قرآن و حدیث میں کیا کہا گیا ہے اور قرآن و حدیث میں جو کچھ کہا
گیا ہے اس میں جتنے بھی احکامات بتائے گئے ہے ان احکامات کی ۵
قسمیں شریعت نے کی ہے (۱) واجب جس کا کرنا ضروری ہے اور
نہ کرنے پر انسان گناہ گار اور آخرت کے عذاب کا نشانہ بنتا
ہے (۲) مستحب جس کا کرنا بہتر ہے لیکن نہ کرنے تو کوئی گناہ نہیں ملتا ہے
(۳) مباح اس کا جس کا کرنا نہ کرنا دونوں تمہاری مرضی پر چھوڑا گیا
ہے نہ کرنے کا ثواب ہے اور نہ چھوڑنے کا گناہ ہے دونوں برابر ہے چاہے
تم کرو یا نہ کرو ایک ہے مکروہ وہ کام کہ جسے نہ کرنے کو بہتر ہے
ثواب ملے لیکن کرلے تو کوئی حرج نہیں اور ایک ہے حرام جسے
چھوڑنا ضروری ہے اگر کرلیا تو انسان آخرت میں عذاب خدا
کا نشانہ بنے گا۔ یہ ۵ لفظ ایسے ہے کہ جسے جس میں پوری فقہ
آجاتی ہے بلکہ انسان کی پوری زندگی آجاتی ہے۔ انسان اپنی زندگی
میں جتنے کام کرتا ہے یا وہ واجب ہوگا یا وہ کام مستحب ہے
یہ مباح ہے یا مکروہ ہے یا حرام ہے اور خدا نے ہر کام کے بارے خود
ہی بتا دیا کہ یہ کیا ہے۔ یہ واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے یہ خدا
نے خود ہی بتا دیا ہے اب مثلاً اس کی مثال فرض کریں کہ
لباس کے مسئلہ سے شروع کرتے ہے اگر انسان دو سر ہوتا

کے سامنے جا رہا ہے تو اس وقت اس کے لئے اتنا لباس پہننا واجب ہے کہ جس سے اسکی ستر گاہ چھپ جائے تو لباس کا پہننا واجب ہے اگر وہ دوسروں کے سامنے جا رہا ہے یعنی نہ پہننے والا آدمی جو ہے. وہ گناہ گار ہوگا اب اس میں مستحب یہ ہے کہ انسان سفید لباس پہنے صاف ستھرا لباس پہنے اپنی ~~حیثیت~~ حیثیت کے مطابق پہنے یعنی اگر انسان سفید لباس نہ پہنا یا میلا لباس پہنا یا قیمتی کپڑے ہوں خراب لباس پہنا تو وہ گناہ گار نہیں لیکن لباس نہ پہنا تو گناہ گار ہے کیونکہ لباس کا پہننا ہے واجب اس کو چھوڑ دینگے تو گناہ ہے یعنی انسان گناہ گار ہے یعنی عذاب آخرت اس کے اوپر آئے گا اب لباس پہن لیا واجب کام تو ادا کر لیا لیکن لباس میں اس چیز مستحب ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق یا صاف ستھرا لباس ہو ایک انسان نے میلا لباس پہن لیا کوئی گناہ نہیں ملے گا لیکن اگر صاف ستھرا لباس پہنتا تو اسے ثواب ملتا کیونکہ صاف ستھرا لباس پہننا مستحب ہے اور مستحب کام کو کرے گے تو ثواب ملے گا

اب آتا ہے مسئلہ مباح کا مباح کا مطلب کیا ہوا ایک آدمی سفید لباس نہیں پہن رہا سفید لباس تو مستحب ہے اب اس کے سامنے دو رنگ کے کپڑے پڑے ہوئے ہیں فرض کیجیے کہ نیلے رنگ کا کپڑا ہے اور ایک ہرا رنگ کا کپڑا ہے ان میں سے کون سا پہنے یہ اس کے لئے مباح ہے چاہے نیلا پہن لے تب بھی نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی عذاب ہے ہرے رنگ کا کپڑا پہن لے تب بھی نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی عذاب ہے اب کپڑے کے بارے میں آ گیا چھوٹا مقام مکروہ کا یعنی کپڑے کالے ~~کپڑے~~ رنگ کا کپڑا کالا پہننا مکروہ ہے عام حالت کی بات ہو رہی ہے ایام عزا یہ ایام کا مسئلہ الگ ہے کالے رنگ کے کپڑے پہننا مکروہ ہے یعنی اگر کالے رنگ کا کپڑا نہ پہنتا تو بہتر تھا نہ پہننے کا ثواب اسکو مل جاتا پہن لیا تب بھی کوئی

گناہ نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اور یا چوری چیز حرام چوری کا کپڑا لا کر پہنا وہ حرام ہے
ایسا کپڑا لا کر پہنا کہ جس میں کسی کا حق ہے مثلاً خمس و خطاط اس کو نکال بغیر پہنا تو
وہ حرام کام کیا تو اسی ایک کپڑے میں شریعت کے پانچوں احکام آپ نے دیکھے کا کچھ کپڑا
پہننا واجب ہے جو شرمگاہ کو چھپائے کچھ کپڑا پہننا حرام ہے جو چوری کا ہو جس
خمس و خطاط واجب ہے ایک قسم کا کپڑا پہننا مستحب ہے صاف ستھرا تو ثواب ہے اگر پہنے گے نہ
پہنے تو گناہ نہیں ہے ایک قسم کا کپڑا پہننا مکروہ ہے جیسے کالا کپڑا نہ پہنے تو اچھا ہے اس
لئے تو کوئی حرج نہیں اور باقی ان شرایط کے علاوہ دنیا کے جتنے کپڑے ہیں وہ سب ایسے ہیں
مباح ہے پہنے تو کوئی حرج نہیں نہ پہنے تو کوئی حرج نہیں۔ تو اب سوال یہ ہے جو بتایا یہ اتنا واجب
ہے اتنا مستحب ہے اتنا مباح ہے یہ کس نے بتایا خود خدا نے بتایا اب اگر ایک چیز جو
خدا نے نہیں بتائی اب نے خود اس کو دین میں داخل کر دیا جیسے رنگ کا کپڑا حرج سمجھے
مستحب ہے کالے رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ ہے ایسا دعویٰ کیا ہے کہ نہیں کالے رنگ کا کپڑا پہننا حرام ہے
یہ ایسے ہے کالے رنگ کا کپڑا پہننا مستحب ہے اب اس نے دین میں داخل کیا جو چیز خدا نے
واجب نہیں کی وہ اس نے واجب کی جو چیز خدا نے حرام نہیں کی تھی وہ اس نے حرام کی تو
اس کو کہتے ہیں مقام میں بدعت۔ بدعت یا تشریع اس کے معنی ہے جو چیز دین میں
نہیں ہے وہ اب خود سے بنائے اب جس اس کی مثال دو کہ مثلاً فقہ نے کیا کہ نیلے رنگ
کا کپڑا پہنے یا ہرے رنگ کا اپنی مرضی ہے اب آپ دونوں کپڑے تو پہنے کوئی تیسرا پہنیں
لے کوئی حرج نہیں لیکن اگر یہ کہیں کہ نیلا کپڑا چھوڑ دے یہ حرام ہے آپ نے پہنتے تو
کوئی حرج نہیں تھا لیکن پھر آپ نے یہ کہا کہ یہ حرام ہے تو آپ گناہ گار ہو گئے تو شریعت
کے مسئلہ میں شریعت میں دخل دینا یعنی خود سے کوئی ایسا حکم بنانا جو خدا کی طرف
سے نہیں ہے اس کا نام ہے بدعت اور حرام ہے اب جس اس کی مجبوری واجب اس
لئے نہیں کر رہا ہو کہ عمل مزید درست نہیں ہے اور صحیح ہے تو کہا اسے کہنا ہے
یہ تو بات ہوئی کہ دین کے جتنے بھی احکامات ہیں جن کا تعلق ایک
انسان سے ہے اس کی ۵ قسمیں ہوتی ہے اور یہ خود خدا نے مقرر کئے ہیں
کہ کس کا عمل کیا کام واجب ہے کیا حرام ہے اس میں اگر کوئی اپنا دخل دیا

تبدیلی کرتا کہ نبی کا نام رکھ بدعت اور یہ حرام اور گناہ ہے اچھا اب یہ
بتایا جاتا ہے کہ انسان جو زندگی گزارتا ہے اس کے لئے فقہ نے جتنے مسائل بیان کئے
ہیں حرام و واجب و مستحب و مکروہ اسکو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے پہلے کا نام
ہے عبادات عبادات یعنی وہ عوامل جنکا تعلق فقط خدا اور بندوں سے ہے
اور اس کے اندر خدا کی خوشی کی نیت کرنا ضروری ہے جیسے نماز، روزہ، حج
خمس وغیرہ اس میں نمبر ایک عبادات نمبر دو معاملات، معاملات
کا مقصد ہے وہ چیزیں جن کا تعلق دو بندوں کے آپس کے تعلقات سے ہے
اور جب تک دونوں راضی نہ ہوں وہ کام نہیں ہو سکتا ہے جیسے خرید و فروخت
جیسے نکاح سے اجارہ یعنی کرایہ پر دینا یہ وہ چیزیں ہے جنکا تعلق دو آدمیوں
سے ہے خدا سے نہیں اور جب تک یہ دو آدمی راضی نہ ہوں وہ کام نہیں ہو سکتا
ایسے کہا جاتا ہے معاملات تیسری چیز کا نام ہے ~~ایقاعات~~ ایقاعات، ایقاعات
کا مقصد ہے وہ چیزیں جن کا تعلق فقط ایک آدمی سے ہے اسکی مرضی پر وہ کام
ہو جائیگا وہ چاہے تو ہو جائیگا وہ نہ چاہے تو نہیں ہوگا نہ خدا کا کوئی تعلق
نہ کسی اور آدمی کا کو تعلق جیسے طلاق طلاق شوہر کے ہاتھ میں اختیار ہے وہ
چاہے تو طلاق دے دے چاہے تو نہ دے نہ اس کا تعلق خدا سے نہ اسکی بیوی سے ہے
جیسے غلام کو آزاد کرنا ایک آدمی کا غلام ہے وہ اگر چاہے تو اسے آزاد کر دے اور
چاہے تو آزاد نہ کرے اب اس میں خدا سے نہ کوئی تعلق ہے کہ خدا کہے کہ
یہ کام کرو یا مت کرو نہ اس میں غلام سے کوئی تعلق ہے غلام آزاد
ہونا چاہے یا نہ چاہے وہ اس کو آزاد کر سکتا ہے ۔ چوتھی چیز باقی جو علماء کہتے ہیں
کہ احکام شکار وغیرہ کے مسئلے آتے ہیں شکار کرنا اس کا تعلق فقط ہم سے ہے نہ
بلکہ اس جانور سے پوچھا جاتا ہے جسکا شکار کر رہا ہے اور نہ ہی اس کے اندر کوئی
نیت وغیرہ کرنا ہے یا خدا کا کوئی تصور ہے ایقاعات وہ کام جو ایک آدمی
تن تنہا اپنی مرضی سے کر سکتا ہے اسی میں آتا ہے لقطہ دیکھا یا اٹھا دیا کوئی
لقطہ اپنے جب رہے ہیں اس میں ضرورت نہیں ہے کہ سامنے والے سے

پہلے پوچھے اور اسکو راضی کرے یا فرانا ہی اس سے کوئی تعلق نہیں اور یہ چار
احکام، احکام کا مقصد یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کا تعلق معاملات چلانے کے لئے
ضروری ہے کتنی سزا دی جائے ~~vote~~ court کیسے ہوگا گواہ کیسے ہونگے قاضی کیسے ہونگے
ان چار حصوں میں انسان کی پوری زندگی آجاتی ہے اور اس کے سارے احکامات
شریعت نے بتائے۔ اب بس

اب یہاں تک کی گفتگو بالکل ابتدائی گفتگو تھی اب شروع ہو رہا ہے فقہ
کا پہلا مسئلہ اور وہ یہ ہے کہ ہر انسان کو پیدا کرنے کے بعد خدا نے اس کے اوپر
ایک ذمہ داری رکھ دی ہے کہ تم اس انداز سے زندگی گزارو خدا کی طرف سے
آنے والی ذمہ داری کا نام ہے تکلیف۔ لفظ تکلیف ایک تو اردو میں استعمال ہوتا
ہے جسکا مطلب ہے مصیبت، اذیت، پریشانی لیکن ایک لفظ تکلیف عربی کا ہے
اور فقہ میں جس میں آتا ہے لفظ تکلیف اس وقت جب دینی اشیا رہے اسکی میں
تشریح کر رہا ہوں تکلیف کا مقصد وہ ذمہ داری جو ایک انسان کو پیدا کرکے خدا نے
اس پر عائد کی ہے کہ تمہیں یہ کام کرنا ہے یہ نہیں کرنا ہے یہ کرو گے تو اچھا ہے
یہ کرو گے تو برا ہے تکلیف یعنی وہ ذمہ داری جو خدا ایک بندے کو پیدا کرنے
کے بعد اس کے اوپر ڈالتا ہے اب یہ ذمہ داری جانوروں پر نہیں ہے یہ ذمہ داری
پودوں پر نہیں فقط انسانوں پر ہے اور جس انسان پر یہ ذمہ داری ڈالی
گئی ہے اس کا نام ہے فقہ میں مکلف یہ لفظ اکثر کتابوں میں آپ کو نظر آئیگا
مکلف، مکلف یعنی وہ آدمی جس پر خدا ایک ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ تو پیدا
کرنے کے بعد جو ذمہ داری خدا نے ایک انسان پر رکھی ہے اس ذمہ داری کا نام ہے
تکلیف اور اگر کوئی آدمی اپنی تکلیف کو ادا نہ کرے یعنی اپنی ذمہ داری کو ادا
نہ کرے تو ~~اسکا~~ اس پر توبہ کرنا واجب ہے اور پھر یہ دیکھنا واجب ہے کہ جس
نے پہلا کام نہیں کیا اب مجھے کیا کرنا ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ ایک انسان کی
پیدائش کے بعد خدا کی جانب سے اس پر جو ذمہ داریاں آتی ہیں اس کا
نام ہے تکلیف اور جو آدمی اپنی تکلیف کو یا ذمہ داری کو ادا نہ کرے

اسکے لئے تو یہ بھی واجب ہے اور تو یہ واجب ہونے کے بعد یہ دیکھنا بھی واجب
ہے کہ میں نے پہلی ذمہ داری کو ادا نہیں کیا اس کے بدلے کوئی دوسری ذمہ داری
تو نہیں آگئی مثلاً پیدا کرنے ایک ذمہ داری ایکی "اقیموا الصلوٰۃ" نماز قائم کرو
اس ذمہ داری کو ادا نہیں کیا تو یہ واجب ہے؟ وہیں یہ دیکھنا ہے کہ اب اور کوئی
ذمہ داری تو نہیں آگئی پتا چلا کہ ہاں کفارہ کی ذمہ داری آگئی تو یہ ہے پورے دین کا
خلاصہ ذمہ داری کو ادا کرنا، ادا نہ کرے تو توبہ کرے یہ دیکھنا کہ اب کیا
حکم ہے اب یہ مثلاً مسئلہ ہے کہ انسان کو پیدا کرکے خدا نے اس پر تکلیف رکھی ہے
یا ذمہ داری رکھی ہے مگر ہر انسان پر نہیں بلکہ ۳ یا کبھی ۴ شرطیں باقی ہے
کہ جس آدمی میں یہ ۴ شرطیں پائی جائے میں نے جن انسانوں کو پیدا کیا
ہے ان میں سے جس پر یہ ۴ شرطیں پائی جاتے اس پر میں یہ ذمہ داری رکھا
ہوں باقی کسی پر یہ ذمہ داری نہیں ہے سب سے پہلی چیز ہے حیات یعنی
وہ زندہ ہو مردہ آدمی پر خدا نے کوئی ذمہ داری نہیں رکھی ہے اگر ایک آدمی
مر گیا یا مرا ہوا پیدا ہوا اس پر خدا کی جانب سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے
کوئی اس کا ۔ اگر آپ عادی ہو جائے اس لفظ کو سنتے سنتے تو زیادہ اچھا ہے کیوں
کہ فقہ کی کتابوں میں دین کی کتابوں میں یہ لفظ بہت استعمال ہوگا تکلیف کا مطلب
ہے شریعت کی ذمہ داری تو اب تکلیف کی یا ذمہ داری کی پہلی شرط ہے کہ وہ
انسان زندہ ہو مردہ انسان پر خدا کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔
ذمہ داری کی دوسری شرط ہے کہ وہ آدمی بالغ ہو نابالغ پر کوئی تکلیف نہیں
نہیں رکھی ذمہ داری کی تیسری شرط ہے یہ ہے کہ وہ آدمی عاقل ہو غیر عاقل
پر کوئی ذمہ داری کوئی حکم شریعت نہیں ہے اور چوتھی شرط ہے یہ ہے کہ قدرت ہو
یعنی تو وہ آدمی قادر ہو غیر مجبور آدمی پر کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے
یہ چار تو سرسری طور پر میں نے چیزیں بتا دی اب اس کی تشریح اپنے سنیے
اور یہیں سے تقلید کے مسئلہ کا آغاز ہوجائیگا جو
چار بنیادی شرطیں ہے جب یہ کسی انسان میں پائی جائے

تو بس اس کے بعد اس کے اوپر تکلیف آجاتی ہے یعنی خدائی احکامات آجاتے ہے
وہ رشدہ ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، قادر ہو یعنی اس کے پاس رشد گی ہو، بلوغ ہو
عقل ہو اور قدرت ہو اب ان چار چیزوں کی تشریح۔

پہلی چیز رشدہ ہو۔ اس کی تو تشریح کی ضرورت نہیں ہے واضح ہے
کہ رشدگی سے کیا مراد ہے۔ ہیں

دوسری چیز یہ کہ بالغ ہو، بالغ کا مطلب بھی معلوم ہے لیکن اس
لئے بتا رہا ہوں تاکہ بات ایک مقام پر مکمل ہو جائے۔ بالغ کسے کہتے ہیں؟
بالغ فقہی اعتبار سے یا شریعت کے اعتبار سے اس آدمی کو کہتے ہے جس میں
تین میں سے کوئی ایک بات پائی جائے۔ نمبر ایک منی کا خارج ہونا جب کسی سے
منی خارج ہونے لگے تو چاہے عمر کی کسی منزل پر کیوں نہ ہو اور چاہے وہ مرد
ہو یا عورت منی کا خارج ہونا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آدمی بالغ
ہو گیا۔ اور چاہے اب یہ منی سوتے میں نکلے یا جاگتے میں خود بخود نکلے یا
کسی عمل کی وجہ سے نکلے بہرحال منی کا نکلنا یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ
یہ شخص بالغ ہو گیا ہے جیسے جیسا کہ میں نے کہا چاہے مرد ہو یا عورت
اگرچہ بہت سے فقہا یہ بات کے قائل ہے کہ عورت میں یہ منی والے مسئلہ کا
سوال نہیں لیکن خیر اس وقت تو اصول بیان ہو رہے ہیں نمبر ۲ ناف کے نیچے
اور شرمگاہ کے اوپر یعنی ناف اور شرمگاہ کے درمیانی حصہ میں ~~سخت~~
سخت بالوں کا ~~اوطا~~ اگنا ناف کے نچلے حصہ میں سخت بالوں کا اگنا
یہ بالوں کا نکلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آدمی بالغ ہو گیا ہے چاہے
اس کی عمر کتنی ہی کم کیوں نہ ہوں مرد ہو یا عورت یعنی لڑکی ہو یا لڑکی
ناف کے نیچے بال نکل آئے سخت بال جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بالغ ہے البتہ
نرم بال یہ رواں سے ہوتا ہے ایسے بال کا شریعت میں کوئی [illegible] نہیں
اسی طریقہ سے اگر جسم کے کسی دوسرے حصہ میں بال نکل رہے ہے جیسے
سر بال نکل آئے ہونٹ کے نیچے بال نکل آئے سینے پر بال نکل آئے

اور بغلوں کے نیچے بال نکل آئے ان بالوں کا کوئی بھروسہ نہیں کوئی حساب
نہیں کوئی اعتبار نہیں یعنی ان بالوں کے نکلنے کے بعد باوجود وہ لڑکی اب
بھی نابالغ ہے بالغ ہونے کی شرط کیا ہے؟ فقط یہ کہ ناف کے نیچے سخت
~~بالوں~~ بال نکلے اسی طریقہ سے اگر آواز بھاری ہو گی اس سے بھی بالغ ہونے
کا کوئی تعلق نہیں بلکہ بالغ ہونے کا دارومدار دوسری علامت ہے کہ ناف
کے نیچے سخت بال نکلے۔ البتہ یہ بالغ ہونے کی علامت ہے فقہ کا وہ مسئلہ
الگ ہے جو لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ ناف کے نیچے اگر بال نکل آئے تو ان کا منڈوانا
یا اس کا ختم کرنا یا اس کا صاف کرنا واجب نہیں ہے مستحبات میں سے ایک
چیز ہے اگر ساری زندگی انسان ان کی طرف توجہ نہ دے تب بھی
اس نے کوئی گناہ نہیں کیا نہ اس کی نماز میں کوئی خرابی نہ حج میں کوئی
خرابی اور نہ ہی اس کے دین اور ایمان میں کوئی خرابی ہے خیر تو
میں بتا رہا تھا کہ دوسری علامت یہ تھی۔ پاس جو بال نکلتے ہیں جسم کے
دیگر مقامات پر اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہاں اگر کسی کو ان دوسرے بالوں
کے نکلنے سے یقین ہو گیا کہ میں بالغ ہو گیا ہوں تو وہ دوسری بات ہے ورنہ
خود یہ بال جو ہے کسی کو بالغ نہیں کرتے اور تیسری علامت ہے عمر کا حساب
اب ~~اگر کسی~~ مثلاً ایک آدمی کے پاس اپنی عمر کا کوئی حساب نہیں لکھا اس
کی آواز بھاری ہوئی کسی وجہ سے اس کو یقین ہو گیا کہ میں بالغ ہو گیا ہوں
یعنی اس عمر میں پہنچ گیا ہوں کہ جب میں بالغ ہوتا ہوں یاد نہیں کہ میں
کب پیدا ہوا تھا اب سے اندازہ لگاتے کہ میں کب بالغ ہوا تو اس وقت
جیسے جیسا کہ میں نے کہا کہ بال بغل کے نیچے یا مونچھوں کے یا ڈاڑھی کے یا ہونٹوں
کے نیچے بال نکلنا یہ کسی کو بالغ نہیں کرتے لیکن اگر کسی کو یہ یقین ہو گیا
کہ میں بالغ ہو گیا ہوں تو پھر دوسری بات ہے تو خیر خلاصہ یہ کہ نمبر ۲ زیر
ناف بالوں کا اگنا اور نمبر ۳ عمر کا حساب کر کے حساب کا مقصد
یہ ہے کہ لڑکا جب ۱۵ سال مکمل کر لے اور ۱۶ سال میں داخل ہو جائے

تو وہ بالغ ہو جاتا ہے ۱۵ سال مکمل ہوا ۱۶ سال کا پہلا دن شروع ہو جاتا ہے
اور لڑکی جب ۹ سال مکمل کرے ۱۰ سال کا پہلا دن شروع ہو جائے تو
وہ بالغ ہے البتہ سالوں کا یہ حساب ہجری یا قمری طریقہ سے رکھا
جائے گا شمسی طریقہ سے نہیں رکھا جائے گا جیسا کہ اکثر درسوں میں بیان آیا ہے
کہ ہمارے معاشرے میں عمر کا حساب ہجری طریقہ سے نہیں رکھا جاتا بلکہ
دیکھا جاتا ہے کہ مثال کوئی ۱۹۸۴ تو جو سنہ ۱۹۶۹ میں پیدا ہوا ہے وہ ۱۹۸۴ میں ۱۵ سال
کا سمجھا جائے گا لیکن یہ حساب نہیں بلکہ حساب رکھنا ہے ہجری قمری کیوں کہ
قمری اور شمسی میں ہر ۳۳، ۳۴ سال میں ایک سال کا فرق پڑ جاتا ہے یعنی
۱۵ سال میں تقریباً ۶ مہینہ کا فرق ہو جاتا ہے اس لئے اگر آپ شمسی
حساب سے عمر کو دیکھیں گے تو ~~اسکو~~ جس وقت ۱۵ سال مکمل ہوں گے سوا
شریعت کے اعتبار سے اس سے ۵، ۵½ مہینہ ۱۵ سال مکمل ہو چکے ہوں گے
تو خیر تیرا یہ عمر کا حساب لڑکا ۱۵ سال مکمل کرے ۱۶ سال میں
داخل ہو ۱۵ میں لگے نہیں مکمل کرے ۱۶ میں داخل ہو لڑکی ۹ مکمل کرے
۱۰ میں داخل ہو البتہ لڑکے کے لئے افضل یہ ہے مستحب یہ ہے یا احتیاط قریب یہ ہے
کہ جب وہ ۱۳ سال مکمل کر کے ۱۴ میں داخل ہو تو اسی وقت سے اپنے آپ
کو بالغ سمجھنے لگے یعنی وہ تمام احکامات کو انجام ~~دینے~~ دینے لگے جو
ایک بالغ آدمی پر واجب ہے بیشک اگر اس میں یہ علامتیں نہیں آئی
ہے تو وہ بالغ نہیں ہوا لیکن انتہائی تاکید ہے احتیاط کے قریب یہ ہے اور
افضل اور مستحب یہ ہے کہ لڑکا ۱۳ سال مکمل کرے ۱۴ میں داخل ہو
اور اپنے آپ کو پورا بالغ سمجھ کے اپنی عبادتیں اور دوسرے کاموں
کو انجام دینا شروع کر دے تو یہ تین علامتیں آپ کو بتائی گئی
اب اگر کسی لڑکے کو یا لڑکی کو شک ہو کہ ان ۳ میں کوئی سمجھ میں
آئی یا نہیں آئی تو اپنے آپ کو نابالغ سمجھتا رہے یعنی جب تک کہ
یہ شک ہو کہ میں بالغ ہوا یا بالغ نہیں ہوا اس وقت تک نابالغ

سمجھا جائیگا۔ جب تک کہ پورا یقین نہ ہو جائے کہ اب میں بالغ ہو گیا ہوں
یعنی ان ۳ میں سے کوئی علامت میرے اندر پیدا ہو گئی ہے تو صرف حساب
کتاب میں یا دنوں کے حساب میں کوئی گڑبڑ پڑ رہی ہے لیکن کی ایک مہینہ کی
دو مہینہ کی شک ہو رہا ہے کہ اب میرے ۱۵ سال ہوئے یا نہیں تو یہ ہی سمجھے
سمجھے کہ نہیں ہوئے اور اپنے آپ کو نابالغ سمجھے تو بالغ ہونے کے لئے
یقین ہونا چاہئے کہ میں بالغ ہو گیا ہوں ایک بات رہ گئی وہ میں
بتادوں کہ عورت میں خون حیض کا کوئی عمر مقرر نہیں یعنی خون حیض
ایک عورت کو بالغ نہیں بناتا ہے یعنی اگر کسی لڑکی کو خون آ گیا ۹
سال کے پہلے ہی تو وہ بالغ نہیں ہوگی اس مسئلہ کی تشریح آگے چل کر کسی
مقام پر کی جائیگی تو جب پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی کب مکلف ہوتا
یعنی خدا کی طرف سے اس پر ذمہ داری کب آتی ہے جب اس میں پہلی شرط
یہ ہے کہ زندگی پائی جائے دوسری شرط یہ ہے بلوغ پایا جائے یعنی وہ بالغ
ہو جائے اب بالغ ہونے کی ۳ علامتیں ہے جب تک کے بالغ نہ ہو اس
وقت تک اس پر خدا کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا یعنی نہ اس کے لئے
کوئی چیز واجب ہے نہ اس کے لئے کوئی چیز حرام ہے اگر وہ جھوٹ بولتا ہے
تو گناہ گار نہیں ہے اگر وہ نماز چھوڑتا ہے تو گناہ گار نہیں ہے یہ ایک
نابالغ لڑکے کے لئے حکم شریعت ہے کہ اس کے اوپر ابھی خدا کی جانب سے
کوئی حکم نہیں آیا ہے البتہ ۲ باتیں ذہن میں رہے پہلی بات یہ کہ اس
کے والدین کی اس کے سرپرست کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس لڑکے کو جو
ابھی نابالغ ہے اس لڑکے کی دیکھ بھال کرے حفاظت کرے اور اس چیز
سے بچائے جس کی وجہ سے یہ خطرہ ہو کہ بالغ ہو کر بھی یہ گناہ کرے
ٹھیک ہے نابالغ بچے کی زمانہ میں بچے پر کچھ واجب نہیں وہ اگر
جھوٹ بھی بولے تو گناہ گار نہیں وہ اگر چوری بھی کرے تو گناہ
گار نہیں البتہ ۲ ایک مسئلہ اس کا جانے بعد میں آئیگا لیکن

والدین کی ذمہ داری ہے کہ ہر اس چیز سے بچائے کہ جس سے یہ امکان ہو
کہ یہ لڑکے کہ اگر اسے عادت پڑ گئی ان باتوں کی کہ بالغ ہونے کے بعد بھی
یہ خدا کی نافرمانی کرے گا مثلاً اگر جھوٹ کی عادت پڑ گئی کہ بالغ
ہونے کے بعد بھی یہ جھوٹ بولتا رہے گا چوری کی عادت پڑ گئی کہ بالغ
ہونے کے بعد بھی یہ چوری کرتا رہے گا والدین پر واجب ہے کہ اس کو
بچائے ویسے بچے پر کچھ بھی نہیں نہ کوئی گناہ ہے نہ کوئی ثواب
یعنی کوئی گناہ نہیں البتہ ۳ باتیں ذہن میں رہے نہ بالغ کے
بارے میں کہ والدین پر واجب ہے کہ اسے ہر چیز سے بچائے اور اگر
والدین نے اپنی ذمہ داری کو ادا کیا پھر بھی بچہ نہیں بچا گناہ گار نہیں
کیا تو سرپرست یعنی باپ کی ہے یا ماں اسکے ذمہ دار ہیں ہے ۲ اسکو
کو اجر ملے گا دوسری بات یہ کہ بچے پر کوئی چیز واجب نہیں
ہے کوئی چیز حرام نہیں ہے لیکن اس کے لئے بھی دین کی پابندی کرنا
بہتر ہے مستحب ہے تو ثواب تو اسکو ملے گا اور زیادہ ثواب ملے گا
اسی لئے یہ تاکید ہے کہ ۷ سال کی عمر سے بچہ نماز پڑھنا شروع
کرے ۹ سال کی عمر سے بچہ روزہ رکھنا شروع کر دے یہاں تک
حکم ہے کہ اگر بچہ پورا روزہ نہیں رکھ سکتا ۹ سال میں تو کم
سے کم اسے روزہ رکھوائے جائے یہ میں فقہ کے مسائل بتا رہا ہوں
یہ کوئی اخلاقیات کی گفتگو نہیں ہے یعنی یہ فقہی مسائل ہے کہ ۹ سال
کی عمر سے بچے کو روزہ ضرور رکھوایا جائے حتیٰ یہ کہ وہ اگر اتنی طاقت
نہیں رکھتا جسمانی کہ روزہ مکمل کر سکے تو بھی اسے سحری کروا کر روزہ
شروع کر دے پھر ۱۰ بجے ۱۲ بجے روزہ ختم کروا دے وہ دوسری بات
ہے مگر تمرین مشق practice ضرور کروائی جائے اسکے بعد اگر وہ
خود کرے گا وہ نابالغ ہے گناہ کا اسکو عذاب نہیں ملے گا لیکن
نیکی کا اسے ثواب ضرور ملے گا تو دوسری بات یہ کہ نابالغ

اگر ~~اچھا~~ اچھے کام کرتا ہے تو وہ محروم نہیں رہے گا بلکہ اس کا اجر اسکی
نیکی ہے اور تیسری بات یہ کہ اگر ~~نا~~ نابالغ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے
تو اس کو کوئی عذاب نہیں ملے گا اس گناہ کے دوران اگر وہ کسی دوسرے
آدمی کو کوئی نقصان پہنچاتا ہے مالی یا جسمانی نقصان تو بالغ ہونے
کے بعد اس پر واجب ہے کہ اس نقصان کو اپنی جیب سے ادا کرے
جیسے چوری کری گناہ نہیں لیکن جب بالغ ہوگا تو تب واجب ہے
کہ جتنا مال چوری کیا ہے وہ اس کے مالک کو واپس کرے اگر
کسی بچے سے جھگڑا کیا لڑائی کی ~~اسے~~ اسکو گرا دیا اس کا سر پھاڑ دیا
خون نکال دیا گناہ گار نہیں لیکن بالغ ہونے کے بعد واجب ہے کہ اس
جس بچے کا خون نکالا ہے خون نکالنے کے جو پیسے ہوتے ہیں وہ اسکو ادا کرے
تو نابالغ پر گناہ نہیں ہے لیکن اگر وہ کسی کو مالی یا جسمانی نقصان
پہنچائے تو اس کا معاوضہ اس کا تاوان اسکا ضامن اسکے بدلے میں پیسے
یہ اس پر دینا واجب ہوگئے بالغ ہونے کے بعد چاہے اس نے یہ کام جو کیا
ہے نابالغ کے زمانہ میں کیا ہے لیکن بالغ ہونے کے بعد یہ اس کو ادا کرنا
پڑے گا یہ ہوگیا دوسرا مسئلہ
تیسری شرط اس شرط کو تو سب جانتے ہیں شاید اس میں کوئی
لمبی کچھ باتیں کام کی نکل آئے تیسری شرط یہ ہے کہ اسی آدمی پر
شریعت کے احکامات کی ذمہ داری ہے یعنی وہی آدمی مکلف ہے کہ
جس کے پاس عقل ہو عاقل ہو یعنی عقل رکھنے والا آدمی جسکے پاس
عقل نہ ہو اس پر شریعت کا کوئی حکم واجب نہیں اب اس کے اندر
دو قسم کے لوگ آتے ہیں ایک تو ہے مجنون یا پاگل جس کے پاس عقل ہی
نہیں عقل یعنی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت اچھا یا برا سمجھنے کی
صلاحیت سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت جس میں عقل نہیں اس پر کوئی
چیز واجب نہیں ہے جیسے ایک پاگل آدمی اب اسکے اوپر نہ نماز

واجب ہے نہ روزہ واجب ہے نہ جھوٹ سے بچنا واجب نہ یہ کہ اگر وہ
شراب پیے تو اس کو سزا ملے گی یا وہ گناہ گار ہو گا کچھ نہیں خالہ
یہ تو ایک آدمی پاگل ہے اگر ادھر ابھی میں ٹھیک ہو گیا علاج سے تو پاگلپنے کے
زمانے میں اس نے جو نمازیں چھوڑی جو روزے چھوڑے جو گناہ کیے
وہ ان کا کوئی کفارہ نہیں توبہ بھی نہیں اور اس کی قضا بھی نہیں ہے ۔
کیوں کہ پاگل پنے کے زمانہ میں کوئی حکم واجب ہی نہیں ہے اچھا
پاگل پنے کی دو قسمیں ہیں ایک کو فقہ میں کہتے ہیں اتباقی ایک کو
کہتے ہیں ادواری ۔ اتباقی یعنی جو پورا وقت پاگل رہتے ہو اور ادواری
وہ جو مثلاً گرمی کے زمانہ گرمی کی وجہ سے مرض آ جاتا ہے اور اس کا دماغ جو
ہے وہ کام نہیں کرتا وہ گرمی کے موسم میں پاگل ہے ٹھنڈی کے موسم میں
ٹھیک ٹھاک ہے تو اس ایسا آدمی اسکے لیے یہ حکم ہے کہ جس زمانہ میں
وہ پاگل ہے اس زمانہ میں اس پر پوری شریعت معاف ہے ساری
احکامتیں شریعت معاف ہے اور جس زمانہ کے اندر اس کا
دماغ ٹھیک ہے اس زمانہ میں اس پر ذمہ داروں کا ادا کرنا
ضروری ہے اچھا اسی پاگل میں یہ تو خیر مختصر سی بات تھی لیکن
اسی تیری شرط میں وہ آدمی بھی آجاتا ہے جو اتنا دکھا سادہ
ہے اتنا کم عقل ہے پاگل نہیں ہے بیماری کوئی نہیں ہے لیکن اتنا کم
عقل ہے اسکی عقل اتنی کمزور ہے کہ وہ چیزیں سمجھ نہیں سکتا ہے اس کو
آپ سمجھا نہیں سکتے ہم ایک تو وہ آدمی عقل استعمال نہ کرنا
چاہے جب کہ عقل پوری ہے مگر اس مسائل کا عادی نہیں ہے اس لیے نہیں
سمجھتا ہے سر میں درد ہونے لگتا ہے اس کی بات نہیں ایسا کہ
آدمی اتنا بھولا بھالا ہے اتنا سیدھا سادہ ہے کہ اس کی سمجھ میں باتیں
نہیں آتی جیسے میں بطور مثال کہہ دوں اس کو مثالہ نہ سمجھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ خاندانوں میں کچھ لوگ مرد اور عورتیں اب عمر کی اس منزل پر

پہنچ گئے ہیں کہ ان کو ہم کوئی چیز سمجھا نہیں سکتے کہ مثلاً یہ واجب ہے یہ حرام ہے
یہ اس لئے ضروری ہے یعنی ان کی عقل میں اب اتنی قوت نہیں رہی اب
اتنی طاقت نہیں رہی کہ وہ بات سمجھ سکے بڑھاپے کی وجہ سے اور یہ صرف
بڑھاپے کے لئے ہی لازم نہیں جوانی میں بھی بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے مثلاً کسی
بستی دور دراز کا دیہات کا رہنے والا ایک نوجوان ہے اب اسکی عقل چونکہ استعمال
نہیں اس لئے سمجھ نہیں سکتی ان چیزوں کو اس کو پردہ کا حکم سمجھے تو اس کی
کی سمجھ میں نہیں آئیگا کہ یہ کیا چیز ہے اسے اگر مثلاً سمجھے واجب ہے یہ بتائے تو اسکی
عقل قبول نہیں کرے گی عقل میں صلاحیت نہیں ہے اب اسکے لئے اردو میں کوئی
ایک لفظ نہیں ہے فارسی میں اسے ابلہ کہا گیا ہے ایسا آدمی جو پاگل نہیں ہے
مگر اتنی کم ہے اسکے پاس عقل اتنا سیدھا سادھا ہے کہ وہ کچھ سمجھ نہیں پاتا ہے
تو ایسے آدمی پر بھی کوئی حکم شریعت نہیں ہے یعنی ہے مسلمان لیکن اس کی
عقل نماز کو سمجھ نہیں پا رہی کہ یہ کیا چیز ہے اب اس پر نماز واجب نہیں ہے
ہے مسلمان مگر اسکی عقل پردہ کو سمجھ نہیں پا رہی ہے جیسے جیسا کہ میں
نے کہا اس میں وہ لوگ نہیں آتے جن کے پاس عقل ہے سمجھنا نہیں چاہتا یا کہتے
ہے کہ ہماری عقل قبول نہیں کر رہی ہے بلکہ اتنا سیدھا سادھا آدمی جیسے
اکثر بوڑھے لوگ ہو جاتے ہیں کہ ان کو یہ چیز سمجھنا سمجھ میں ان کے نہیں آتا کہ
آپ کیا کہہ رہے ہیں ان کی عقل میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ پہچان سکے
تو ایسے آدمی پر بھی احکامات واجب نہیں وہ عورت اگر بے پردہ
گھومتی ہے پاگل نہیں ہے پاگل عورت بے پردہ گھومے تو وہ گناہ گار
نہیں ہے لیکن پاگل نہیں اتنی سیدھی سادی ہو کہ عقل اسکی اتنی کم ہے وہ
بھی گناہ گار نہیں ہے وہ اگر کھانا کھاتا ہے تو گناہ گار نہیں ہے وہ اگر نماز
چھوڑ دیتا ہے تو گناہ گار نہیں ہے تو سیدھا سادھا آدمی جسکے پاس
پاگل پاپنا نہیں ہے مگر عقل بھی نہیں ہے بچے کی کیفیت ہے اسکے اوپر بھی
نہ کوئی حکم شریعت واجب ہے نہ کوئی حکم شریعت حرام ہے البتہ اس

سیدھے سادے آدمی ہیں یہ مسئلہ ہے کہ اگر فرض لیجیے کہ حکم شریعت میں سے
بعض باتیں اسکی سمجھ میں آجاتی ہے اور باز اسکی سمجھ میں نہیں آتے تو جو
سمجھ میں آتا ہے اس کا ماننا واجب ہے یعنی وہ کام وہ نہ کرے گا تو گناہ گار
ہے اور سزا ملنے کی مثال ہو بہت ہی سیدھا سادا آدمی ہے اسکی سمجھ میں
نہیں آتا کہ یہ پردہ کیا چیز ہے اسکی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حج کیا چیز ہے
لیکن اتنا وہ سمجھتا ہے کہ کسی آدمی کو قتل کرنا بُری بات ہے قتل
ایک ایسی چیز ہے کہ ایک آدمی مر جائے یہ تقریباً ہر ایک کی عقل ~~مانتی ہے~~
مان لیتی ہے کہ یہ کام برا ہے تو اب اگر وہ آدمی اتنا سمجھتا ہے کہ
قتل بُری چیز ہے حج سمجھ میں نہیں آرہا تو اس پر قتل کرنا تو حرام
کسی مسلمان کا اور اگر قتل کرے گا تو ~~اس کو~~ اسے سزا ملے گی لیکن اگر
حج نہیں کرے گا تو ~~پھر~~ وہ گناہ گار نہیں ہے اور گناہ گار نہیں کا مطلب کیا
ہوا ~~الخ~~ کہ اگر وہ مر گیا تو اس کے وارثوں پر بھی حج کرانا واجب نہیں ہے
اسکی طرف سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں تھا تو یہی مثال ہوتا ہے
بعض ایسے لوگوں کا جو بڑھاپے کی منزل میں جا کر نماز کو سمجھنے سے
قاصر ہو جاتے ہیں اب وہ انتقال کر جائے تو ان کے اپنے بیٹوں پر ان
اس کی نماز کی قضا واجب نہیں وہ نمازیں جو اس حالت میں پڑھی ~~گئی~~ قضا
کی گئی کیونکہ جب یہ حالت ہو جائے تھی اس وقت نماز واجب ہی نہیں تھی
واجب نہیں تھی تو قضا ہونے کا کیا سوال - تو خیر ایسا آدمی جو بلکل
سیدھا سادا آدمی ہے اگر اتنا سیدھا سادا ہے کہ وہ قتل کو کوئی برا
نہیں سمجھتا ہے یعنی قتل کا گناہ بالکل اسکی سمجھ میں نہیں آرہا اور قتل کر
دے تو اس پر بھی وہ گناہ گار نہیں ہوگا پاگل آدمی قتل کر دے گناہ گار.
نہیں کیونکہ ایسا سیدھا سادا ہے کہ کچھ باتیں سمجھتا ہے کہ چوری
بہت بُری چیز ہے چوری کرے گا تو اسے پھر سزا ملے گی اور عذاب
ملے گا لیکن نماز یہ وضو یا وضو کی باریکیاں سمجھ میں نہیں آرہی وضو

پہنچتا ہے مگر اس طرح سے ہو یہ شرائط ہے یہ چیزیں اسکی عقل
سمجھ نہیں سکتی اس صورت میں یہ شرائط اس پر واجب ہی نہیں
ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جیسے آپ سرسری طور پر دیکھیں تو اپنے
خاندان اور محول میں بہت سارے لوگ اس پر پورے اترتے ہیں مگر
اس کو اتنا سرسری ہی نہ لیں اور اگر بہت باریک بینی سے دیکھیں تو بسا
اوقات ہماری طرف سے زیادتی بھی ہو جاتی ہے اگر ایک ایسا آدمی
جس پر یہ چیزیں سمجھنا واجب نہیں تھیں ہم زبردستی اس کو سمجھانے کی
کوشش کرتے ہے اور وہ بیچارا نہیں سمجھ پاتا ہے تو اسے پیچھے میں رکھئے اس
مسئلہ کو جو اتنا سمجھ سادا ہے آپ کو پر اسکو سمجھانا واجب نہیں
اس پر ان چیزوں کی پابندی واجب نہیں وہ جیسے نماز پڑھ رہا
وہی اسکی نماز صحیح ہے لیکن صحیح کا مقصد یہ کہ آپ بھی اسکو صحیح
سمجھے وہ مر جائیگا تو اسکی قضا نہیں وہ جماعت میں پڑھ رہا ہے تو
جماعت میں خلل نہیں ساتھ gap نہیں سمانے یہ صحیح نماز پڑھ رہا ہے سلسلہ
سل رہے گا سارے احکامات ۔۔۔ یہ تیسری بات ہوئی

اور چوتھی بات یہ کہ صرف اس آدمی پر خدا نے شریعت کے
احکامات واجب کئے جس میں یہ قدرت ہو قدرت کا مقصد یہ کہ قادر
ہے یعنی وہ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ وہ کام
کر سکے اب اسی آخر آخری مسئلے کے سمجھے اندازہ ہے کہ گفتگو بڑی خشک
ہوگی اسلئے کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ اب لوگوں کے کام کے مسئلے نہیں
اس لئے کہ ماشااللہ آپ میں سے نہ کوئی اتنا سیدھا سادا ہے نہ کوئی مجنون
ہے نہ کوئی سر پھرا آدمی ہے لیکن پھر بھی اس گفتگو کو مکمل کرنے کے لئے
یہ باتیں میں لا رہا ہوں ۔ چوتھی اور آخری شرط یہ کہ جس آدمی پر
خدا نے سواری کی ایک شرط کے ساتھ کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا
کہ یہ جو آیت ہے جس سے مجتہدین فتویٰ دیتے ہے کہ اگر کسے

کسی کے پاس طاقت نہیں یا قدرت نہیں ہے کوئی کام کرنے کی اس پر وہ
کام واجب نہیں ہے مثلاً بیمار آدمی ہے کھڑا نہیں ہو سکتا کھڑے ہو کر اس
پر عمل پڑھنا واجب نہیں ہے ایک آدمی نے غلطی سے زہر کھا لیا اب
اپنی جان بچا نہیں سکتا اس لئے اس پر وہ حکم نہیں آتا کہ خودکشی حرام ہے
اس کے ہاتھ میں نہیں ہے اپنی زندگی کو روکنا اس کے ہاتھ میں نہیں ہے اپنی
روح کو بچانا گرچہ یہ کہ جو کام کسی کی طاقت اور قدرت سے باہر
ہو جائے وہ اس پر واجب نہیں رہتا اسی میں دو مسئلہ اور آتے ہیں جس
پر یہ گفتگو مکمل ہو جائے گی پہلا مسئلہ پیدا آتا ہے کہ بعض اوقات ایسا
ہوتا ہے کہ دو الگ الگ کام دونوں کام کرنے کی ہمارے پاس طاقت
ہے لیکن ایک وقت میں وہ دونوں کام ہم پر واجب ہو جاتے ہیں لیکن
اس کی طاقت ہم میں نہیں ہے الگ الگ وہ کام تھے دونوں کی طاقت
تھی مگر اتفاق ایسا ہوا کہ خواہ ہم پر ایسا ایسے وقت پر
واجب کئے وہ کام کہ دونوں بیک وقت ایک Time میں آگئے ہمارے
اوپر ایک وقت میں آگئے اب ایک وقت میں وہ دو کام کرنا
ہمارے لئے ممکن نہیں مثلاً جیسے مشہور مثال ہے نماز پڑھنے کی طاقت ہے
پڑھ سکتے ہیں وہ بھی واجب ہے ایک ڈوبتے ہوئے آدمی کو بچانے کی طاقت ہے وہ بھی
واجب ہے لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ہی وقت میں دو واجب جمع ہو گئے
وہاں نماز کا وقت قضا ہونے کا ہے اور وہی وقت ایک آدمی ڈوب رہا ہے اب
طاقت نہیں ہے کہ بیک وقت دو کام کرے یا یہ کریں گے یا وہ کریں گے تو ایسے
وقت میں شریعت کہتی ہے کہ جو کام زیادہ اہم ہو اسکو کرو جو کم اہم
ہو اسکو چھوڑ دو تو اصول کیا ہوا جب دو ایسے واجب کام جن کو کرنے کی
ہمارے پاس طاقت تھی مگر ایک وقت میں ہم پر واجب ہو گئے اور
اب ہم مضطر ہو گئے کہ کوئی ایک کام کر سکتے ہیں تو جو زیادہ اہم
ہے اسے کریں گے اور جو کم اہم ہے اسے چھوڑ دیں گے یہ کیسے پتا چلے

گا زیادہ اور کم اہم کا یہ کہ خود انسان سمجھتا ہو وہ فیصلہ کرے
یا اپنے سمجھ سے اسے پوچھنا پڑے گا اور دوسری بات کہ وہ کام
بھی ایسی طاقت سے باہر سمجھا جائیگا جسے آپ کر تو سکتے ہیں مگر اسے کرنے
میں آپکو اپنی زندگی ختم ہو رہی ہے یہ بڑا اہم اصول ہے شریعت کے
سارے احکامات تب واجب جب اسکے کرنے کی طاقت ہو آپ میں
قدرت ہو، فرصت ہو لیکن ایک ایسا کام ہے کہ آپ کے پاس قوت
ہے پھر بھی چھوڑ سکتا ہے تو واجب نہیں وہ کیا ایسا کام جس کے کرنے سے ہماری
زندگی ختم ہو رہی ہے اور وہ کام جسکے کرنے سے زندگی ختم ہو رہی ہو
اسکے کرنے کی اگر قوت اور طاقت ہے لیکن پتہ ہے کہ اسکے بعد ہم مر جائینگے
تو پھر اسکا کرنا واجب نہیں بطور مثال میں بتا رہا ہوں کہ ایک بڑا
آدمی ہے بوڑھا آدمی ہے بہت بیمار ہے حج کر سکتا ہے لیکن یہ پتہ ہے
کہ کر تو لونگا اس کے بعد جو اسکی تھکن ہو گی تو میں مر جاؤنگا
ایسی طاقت ہے کرنے کی لیکن کرنے کے فوراً بعد موت یقینی ہے اس
صورت میں بھی یہ کام ساقط ہے یہ حکم طاقت ہے لہٰذا معاف ہے تو
طاقت کا مقصود کیا ہے وہ کام کرنا جس کے کرنے میں موت ہے اس کام
کے کرنے کی بھی شریعت نے معافی دے دی ہے صرف دو مقامات کے علاوہ
نمبر ایک جہاد جب جہاد کی شرائط پوری ہو جائے تو پھر پتہ بھی
کہ اس میں موت ہے پھر بھی جانا اور اپنے آپکو مارنا واجب ہے
اور نمبر دو یہ کہ کسی کو کسی کے قتل کا حکم دیا جائے اور پتہ ہے کہ ہم
نے یہ بات نہیں مانی تو ہم مر جائینگے وہی مثال کہ ہم میں طاقت ہے کہ
سامنے والے آدمی کو مار دے اور اگر ہم نے نہیں مارا تو ہم مر جائینگے
یہاں بھی یہی کہ موت آتا ہے تو خود موت لے لو اور اس دوسرے
آدمی کو نہ مارو اس کے علاوہ ہر وہ واجب اور حرام کام جسکے
کرنے میں آپ کی موت ہونے والی ہے تو زندگی کی اہمیت نگاہ میں

سب سے اہم واجب ہے اگر زندگی جاری ہے تو نماز بھی چھوڑ دو روزہ بھی چھوڑ دو شراب بھی پیو تو یہ اصول شریعت نے دے دیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ مسائل ختم ہو گئے۔ اب

اب ان مسائل کے ختم ہونے کے بعد ان کا ماحصل دو تین چھوٹے چھوٹے مسئلہ تو چار چیزیں فقط ہے کہ جس کا تعلق ہے شریعت کی ذمہ داری سے زندگی ہو۔ بالغ ہو، عقل ہو، طاقت ہو۔ علم کا تعلق نہیں ہے یعنی اگر کسی کے پاس مسائل معلوم ہو یا معلوم نہ ہو اس کو پتہ ہو کہ نماز واجب ہے یا واجب نہیں وہ اس کے اوپر واجب ہے یہی تو ~~لیکن علم~~ یعنی علم کا تعلق نہیں ہے واجب ذمہ داری سے چاہے ایک معلوم ہو چاہے معلوم نہ ہو جو چیز واجب ہے وہ آپ کو کرنا ہے اسلام کا بھی تعلق نہیں ہے یعنی اگر کوئی آدمی مسلمان ہو یا کافر ہو ہر صورت میں اس پر نماز واجب ہے کافر بھی ہے تو نماز واجب ہے کافر بھی تو روزہ واجب ہے کیونکہ واجب ہونے میں چار باتیں چاہئے کافر بھی زندہ ہے، بالغ ہے، عقل ہے، قدرت رکھتا ہے اس پر بھی ساری عبادتیں واجب ہے تو اسلام کا کوئی تعلق نہیں البتہ صرف ایک حکم ہے وہ یہ کہ اگر کوئی آدمی کافر تھا اس پر نماز و روزہ واجب تھا لیکن کافر پر قضا واجب نہیں نماز واجب ہے نماز نہیں پڑی قضا ہوگی تو قضا واجب ہے نہیں اسی لئے جب کوئی آدمی ایک طویل عمر کے بعد اسلام قبول کرتا ہے تو جو نمازیں قضا ہو چکی ہے اس کی قضا اس کو نہیں کرنا ہے چونکہ کافر پر نماز واجب تھی قضا واجب نہیں ہے روزہ واجب تھا قضا واجب نہیں اب آج اسلام قبول کیا کل تک کو نمازیں اس نے چھوڑی ہے وقت کے اندر اسلام لاتا تو نماز واجب ہو جاتی قضا ہونے کے بعد اسلام لایا تو قضا کافر پر قضا واجب نہیں صرف نماز روزہ کی ہے کہ قضا ہے خمس کی قضا ہے نماز اور روزہ دو عبادتیں ہے جن کی قضا کافر پر نہیں اور ادا کافر پر بھی ہے یعنی نماز کا حکم اسکا ہے روزہ کا حکم اس کو بھی ہے اب ایک آخری مسئلہ جب کسی میں یہ چار باتیں پائی جائے زندہ ہو بالغ ہو عاقل ہو قدرت رکھتا ہو تو اسکے اوپر احکامات کا جاننا واجب ہے احکامات کا جاننا

اس کے اوپر واجب ہے اور جو چیز حرام ہے اسکا سے بچنا واجب ہے
اب ایک اصول یاد رکھیے کہ اگر کسی آدمی پر کوئی چیز کرنا حرام ہے
تو دوسرے آدمی پر بھی اس سے وہ کام کروانا حرام ہے یعنی جانتا کہ ایک
آدمی پر اگر ایک یہ بہت اہم اصول ازیاد ہے کہ اگر کسی پر کوئی
چیز حرام ہے تو دوسرے آدمی کے لئے اسکا سے وہ عمل کروانا بھی حرام ہے
مثلاً ایک آدمی جنوب ہے اسکے لئے مسجد میں جانا حرام ہے تو اگر
اسکے لئے مسجد میں جانا حرام ہے تو ہمارے لئے بھی اسکو مسجد میں لیجانا
حرام ہے ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہم خود پاک ہیں تو جنوب نہیں ہے ہم پر
تو غسل نہیں ہے ہم جا رہے زبردستی اسکو لیجا رہے تو اسکے لئے
جانا حرام تھا ہمارے لئے اسکو داخل کرنا بھی حرام ہے بس
یہی اصول اس وقت آتا ہے کہ جب دو آدمی دو الگ مجتہدوں
کی تقلید کرتے ہیں ہم جن کی تقلید کرتے ہیں انکے نزدیک فرض کیجئے
کہ ایک کام جائز ہے آپ جس کی تقلید کرتے ہیں اس کے نزدیک وہ کام
حرام ہے اب اگرچہ ہمارے نزدیک جائز ہے مگر اصول ہمارا یہی ہے
اصول یہ ہے کہ سامنے والے پر جو کام کرنا حرام ہے ہمارے لئے اس سے
وہ کام کروانا بھی حرام ہے چاہے ہمارے نزدیک وہ کام جائز ہی کیوں
نہ ہو بطور مثال — قرآن کے جن سوروں میں سجدہ واجب ہے الخوئی
کے نزدیک فقط وہ آیت پڑھنا حرام ہے کہ جس میں سجدہ واجب ہے
اس سورہ کی دوسری آیت پڑھی جا سکتی ہے خمینی صاحب کے نزدیک
پورا سورہ حرام ہے تو اب مثلاً اقرأ سورہ اقرأ کے آخر میں سجدہ واجب
ہے خوئی صاحب کے نزدیک صرف آخری آیت جس کا پڑھنا حرام ہے پہلی آیت
پڑھ سکتے ہیں خمینی صاحب کے نزدیک پہلی آیت بھی حرام ہے چونکہ اسی
کا تعلق اسی سورہ سے ہے تو اب ہم اگر ہم خود اقرأ پڑھیں اور
ایک بالغ بچہ ہے فرض کیجئے کہ مسائل کو نہیں جانتا اس سے اقرأ
پڑھوائے تو یہ غلط ہے اگر وہ خمینی صاحب کی تقلید میں ہے ٹھیک ہے ہم
یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ جائز ہے ہمارے نزدیک تقریباً صحیح
ہے لیکن اصول کیا ہے کہ اپنے آپ کو نہیں دیکھنا ہے جس آدمی سے کام
کروا رہے ہیں اگر اسکے لئے وہ کام حرام تھا تو ہمارے لئے بھی اسکا

سے وہ کام کروانا حرام ہے۔ اب یہ یہاں تک بات ختم ہو گی
اس پہ مسائل مکمل ہو گئے اب ایک منٹ جو بچتا ہے اس میں ہم لیکن
کر دو بہت ہی اہم اصول میں جلدی جلدی بتا دوں یہ بہت اہم اور
قیمتی اصول ہے کیا اصول ہے پہلا اصول یہ ہے کہ جب کسی پر کوئی
کام واجب ہو اگر اس سے شک ہو کہ میں نے وہ کام کر لیا یا نہیں کیا
تو واجب اس پہ واجب ہے اس کام کو دوبارہ کرے یہ مثلاً ہے
کہ میں قرضہ لیکر آیا ہوں اور مجھے شک ہے کہ واپس کیا یا نہیں کیا
اب شک کی حالت میں یعنی شک ہے کہ میں نے اپنی ذمہ داری پوری
کی قرضہ واپس کرنے میں یا پوری نہیں کی واجب ہے قرضہ دے دو
چاہے یہ ڈبل ہو جائے ہو سکتا ہے ہم پہلے دے چکے ہیں اب بھول گئے لیکن
دوبارہ دینا ہے مثلاً ہمیں شک ہو رہا ہے کہ ہم نے نماز پڑھی یا
نہیں پڑھی واجب ہے نماز کو دوبارہ پڑھے لفظاً دوبارہ تو میں
تو نہیں کہہ رہا ہوں وہ نہ جس کو شک ہے اسکے لئے تو پہلی مرتبہ ہو گا
اب ہم کو شک ہو رہا ہے اس سال کا ہم نے خمس نکالا ہے یا نہیں نکالا
واجب ہے دوبارہ نکالے تو جب کسی عبادت کے بارے میں شک
ہو جائے تو کہ اس کو میں نے کیا ہے یا نہیں کیا ہے واجب ہے کہ اس کو ادا کرے
اور ایک دوسرا اصول کہ ایک کام کر لیا کرنے کے بعد شک ہو رہا
ہے کہ صحیح کیا ہے یا غلط کیا ہے صحیح کیا ہے یا غلط کیا ہے کرنے کے بعد
شک ہو رہا ہے صحیح ہے یا غلط تو یہ سمجھے کہ صحیح کیا ہے جس وقت کیا تھا
ہے کہ صحیح جیسے حساب کیا تھا کوئی غلطی تو نہیں ہوئی سمجھے کہ میں نے
صحیح کیا ہے نماز پڑھی یہ تو پتہ ہے یہ شک ہو رہا ہے کہ صحیح پڑھی یا غلط
پڑھی سمجھے کہ میں نے صحیح پڑھی یہ دو بہت اہم اور قیمتی اصول ہیں کہ
اگر کسی کام کے بارے میں یہ شک ہو جائے کہ کیا ہے یا نہیں کیا ہے تو
سمجھ لے کہ میں نے نہیں کیا اس کو دوبارہ کرے یہ ایک کام کے
بارے میں یہ پتہ ہے کہ کیا ہے یہ شک ہو رہا ہے کہ صحیح کیا ہے یا غلط
کیا ہے تو ہمیشہ سمجھے کہ صحیح کیا ہے سوائے وضو کے وضو ایک ایسی عبادت
ہے اس میں یہ شک ہو جائے کہ میں نے وضو صحیح کیا یا غلط کیا تو اس
کے احکامات الگ ہیں جو وضو میں آپ سنیں گے۔ صرف وضو ایک ایسی

End 6/19/87

عبادت ہے کہ جس میں یہ دوسرا اصول نہیں چلتا ہے باقی ہر
عبادت میں کام کرنے کے بعد شک ہو کہ صحیح کیا یا غلط تو ہمیشہ
اسے صحیح سمجھے سوائے وضو کے کہ وضو میں وضو کرنے کے بعد بھی
شک ہو کہ صحیح ہے یا غلط اس کا الگ حکم ہے کہ وہ غلط بھی ہو
جاتا ہے اب یہ دو اصول اگر آپ پر واضح ہو گئے تو بہت سارے
مسائل